THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

تجدید دین اور اس کا طریق کار: مولانا مودودی کے نقطہ نظر کا مطالعہ

(MAULANA MAUDUDI'S CONCEPT OF REVIVAL OF RELIGION :REFORMATION AND ITS METHOD)

Dr.Hafiz Muhammad Imran
Assistant Professor Department of Islamic Studies, Lahore Leads University Lahore
Hafiz Muhammad Amar
PhD Research Scholar Department of Islamic Studies, Lahore Leads University Lahore
Dr.Abdul Raouf Usmani
Assistant Professor Department of Islamic Studies, Lahore Leads University Lahore.

Abstract

Revival of religion is an enlightened tradition of Islamic history and the belief that the Seal of prophet hood is a natural consequence and requires the completion of the religion of Islam. In every era, Allah Almighty has endowed some of His chosen servants with the ability to review the message of Allah based on the basic message of the religion, in the according of the example of the Holy Prophet and the Righteous Caliphs. The collective and national goal of Islam is the establishment of a just and revolutionary society. Revival of religion means that eradicate to additional things and theories which are interred and also to bring religion in original shape in this article shows the analytical study of Maulana Maudud i's concept of Revival of religion reformation and its method.

Keywords: Quran Majeed, Revival of religion, Mainstream Scholars

مولانا مودودیؒ کے نزدیک ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں جن ناموں کے ساتھ مجدد کا لفظ استعمال ہوا ہے ان بزرگوں کے کام کا تجزیہ کیے بغیر محض عقیدتاً ان کو مجدد قرار دے دیا جاتا ہے کہ ان کے کارہائے تجدید کی نوعیت کیا ہے۔ اگر کوئی شخص مجدد ہے تو وہ کس حیثیت سے مجدد ہے۔ کامل مجدد ہے یا جزوی [1]۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تاریخ اسلامی میں بے شمار لوگوں نے تجدید دین کے لیے کردار ادا کیا ہے لیکن مجدد کا لقب کم لوگوں کو ملا ہے۔[2]

تجدید کی تعریف کے متعلق مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام کو دور جہالت کی تمام تر رسومات سے چھانٹ کانٹ کر الگ کرنا اور ایک حد تک اپنی اصل صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کرنا ہی عملِ تجدید کہلاتا ہے۔ ایک مجدد جو ہوتا ہے وہ جاہلیت کے مقابلہ میں بہت سخت، غیر مصالحت پسند ہوتا ہے۔ وہ کسی خفیف جز میں بھی جاہلیت کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ حقیقت رس نظر، صاف دماغ اور ہر قسم کے ابہام سے پاک، بالکل واضح ذہن رکھتا ہے۔۔ وہ اسلام پر مکمل شرح صدر رکھتے ہوئے تعمیر نو اور اجتہاد کی غیر معمولی اہلیت رکھتا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے مجدد ہونے کا علم ہو بلکہ لوگ اس کے دنیا سے جانے کے بعد اس کے کاموں کو دیکھ کر اسے مجدد کا درجہ دیتے ہیں۔[3]

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں:

---

[1] SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw AhyayDeen, IdaraTarjumanul Quran, 2007,Pg: 8.مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**،۸۔

[2]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:9.مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**،۸۔

[3]SyedAbula'laMaududi ,TajdeedwAhyay Deen,Pg:35,36.مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**۳۵۔۳۶۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل ماۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا-"[4] "لاریب اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز پر اس امت کے لیے ایسے لوگ بھیجے گا جو اس کے لیے اس کے دین کا احیاء کریں گے۔"

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کے متعلق مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظریہ ہے کہ "علی راس کل ماۃ" سے کچھ لوگوں نے صدی کا آخر اور آغاز مراد لیا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ "من یجددھا" سے مراد کوئی ایک شخص ہے۔ یہ دونوں مفہومات اغلاط پر مبنی ہیں۔ اصل مفہوم یہ ہے کہ "علی رائس کل ماۃ" سے مراد صدی کا سر ہے نہ کہ سرا۔ یعنی مجدد وہ ہوگا جو اپنے دور کے افکار علوم اور رفتارِ عمل سے واضح طور پر اثر ڈالے گا۔ ایسے ہی عربی زبان میں "من" کا لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دور کا مجدد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور ایک گروہ یا ادارہ بھی۔ چونکہ ایک ہی وقت میں بہت سے ملکوں میں بہت سے مجدد بھی ہو سکتے ہیں۔[5]

نصر اللہ خان مولانا مودودی کے کارہائے نمایاں کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"شاہ ولی اللہ نے دو بڑے کام کئے ایک تو اسلامی تاریخ پر عروج و زوال کے لحاظ سے گہری نگاہ ڈالی اور سیرت کے انقلابی نظریہ کو واضح کیا، تاریخ اسلام اور تاریخ مسلمین کو الگ الگ بیان کیا۔ دوسرا نمبر پر فقہی معتدل مسلک کو پیش کیا اور اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اسلام کے پورے اخلاقی، فکری اور شرعی نظام کو متدین طور پر پیش کیا۔ مولانا مودودی صاحب کا کام یہ ہے کہ انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے کام کی تدوین کی یعنی کہ تاریخ اسلام پر تنقیح و تنقید کا کام بھی کیا اور اسلام کی فکری و عملی تحریک بھی اٹھائی چونکہ مولانا کے نزدیک تجدید دعویٰ کا نام نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ کر جانے کا نام ہے کیونکہ تجدید کا اندازہ کسی کے کام کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے یعنی لوگ انتظار میں رہتے ہیں کہ وقت کا امام ہو جو ظاہر ہو اور اس کے دعویٰ مجددیت کے پیچھے وہ اقامت دین کی راہ پر چل رہا ہو ورنہ صرف انتظار کریں۔ جبکہ مولانا مودودی کا نظریہ یہ ہے کہ میں بغیر کسی دعویٰ کے خدمت دین کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"[6]

تجدید دین کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کے لیے مولانا مودودیؒ نے وہ تمام پس منظر بیان کر دیے ہیں جن میں تجدید کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مناسبت میں آپ نے پوری عالم انسانی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہوئے اس میں پائے جانے والے نظریہ حیات کو واضح کیا ہے اور ہر وہ نظریہ حیات جو اسلامی نظریہ حیات سے ضد کرتا ہے اس کو جاہلیت کے ایک خاص عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ جاہلیت کے ان نظریہ حیات کا خلاصہ کچھ یوں ہے

مولانا مودودیؒ کے نزدیک جزئیات و فروع سے ہٹ کر اگر اصول سے دیکھا جائے تو انسان اور کائنات کے مابین چار مابعد الطبیعی نظریے ہیں۔ جو یہ ہیں:

جاہلیت خالصہ:

"کائنات کا یہ مکمل نظام ایک اتفاقی ہنگامہ کا ظہور ہے جس کے پیچھے کوئی منصوبہ اور کوئی حکمت، مقصد کارفرما نہیں ہے گویا کہ یونہی چل رہا ہے۔ اور یونہی بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو جائے گا یوں اس کا کوئی خدا نہیں ہے اور اگر ہے بھی صحیح تو اس کا انسان کی زندگی سے کوئی سروکار نہیں"[7]

جاہلیت مشرکانہ:

---

[4] Sulama'n Bin Ash'as Abu Dawood ,SunanAbiDawood ,Chapter No:303,Hadith No:887. سلیمان بن اشعث ابو داؤد، **سنن ابی داؤد**، باب نمبر ۳۰۳، رقم الحدیث ۸۸۷۔

[5] SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:34-35. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین** ۳۵-۳۶۔

[6] NasrullahKhan ,Mard e AmrozMolanaModudi ,Allah wala Enterprises ,Lahore.Pg :7. نصر اللہ خان، مرد امروز مولانا مودودی، (لاہور: اللہ والا انٹرپرائزز، (س۔ن) ۷۔۱۰۔

[7] SyedAbula'laMaududi ,TajdeedwAhyay Deen,Pg:14. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**، ۱۴

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

"دوسرا مابعد الطبیعاتی نظریہ مشرکانہ عقائد پر مبنی ہے جس کے مطابق کائنات کا نظام اتفاقی تو نہیں ہے اور نہ ہی بغیر خدا تعالیٰ کے ہے بلکہ اس نظام کا ایک اللہ (Master) نہیں بلکہ بہت سے خدا ہیں۔"8

جاہلیت راہبانہ:

"یہ دنیا اور جسمانی وجود انسان کے لیے ایک عذاب کا گھر ہے۔ انسان اس دنیا میں ایک قیدی جیسا ہے۔ خواہشات ولذات اور تمام وہ ضروریات جو اس جسمانی تعلق کی وجہ سے انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں دراصل اس قید خانہ کی زنجیریں ہیں۔ گویا کہ انسان اس دنیا اور مافیھا سے جتنا تعلق رکھے گا اتنا ہی گندگی سے آلودہ ہو گا اور اسی زندگی کے بکھیڑوں سے قطع تعلق کیا جائے تو خواہشات کو ختم کیا جائے اور لذات سے کنارہ کشی اور جسمانی ضروریات اور نفسانی خواہشات کے مطالبات کو پورا کرنے سے انکار کیا جائے"9

چوتھا مابعد الطبیعاتی نظریہ وہ ہے جس کو انبیاء کرام نے پیش کیا ہے اور وہ اسلام ہے، چنانچہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

اسلام:

"یہ جہاں جو ہمارے گرد وپیش پھیلا ہوا ہے اور جس کا ایک حصہ ہم سب ہیں۔ حقیقت میں ایک بادشاہ کی سلطنت ہے اس نے اس کو بنایا ہے وہی اس کا مالک ہے اور وہی اس کا واحد حاکم ہے اس سلطنت میں کسی کا حکم نہیں چلتا سب کے سب اسی کے حکم کے محتاج ہیں اور اختیارات بالکل یہ اس ایک مالک کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان اس مملکت میں پیدائشی طور سے تابع ہے یعنی رعیت ہونا یا نہ ہونا اس کی مرضی پر نہیں بلکہ رعیت ہی پیدا ہوا ہے اور رعیت کے سوا کچھ اور ہونا اس کے حصہ میں نہیں ہے۔"10

انفرادی اصلاح کا طریقہ:

مولانا مودودی کے نزدیک اسلام ہی کا جو عبادت کا تصور ہے وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ افراد کی تیاری کی جا سکے۔ اسلام ایک منظم پروگرام دیتا ہے جس کے پانچ حصے بنتے ہیں۔

۱۔ انسان کے اپنے ذہن میں اس حقیقت کے فہم کو تازہ رکھنا کہ وہ دنیا میں بالکل آزاد نہیں ہے بلکہ اپنے رب کا غلام ہے اور یہاں اس دنیا میں اس حیثیت سے اسے کام کرنا ہے۔

۲۔ بندے کو ذمہ دار بنانا اور اس میں ادائے فرض کی عادت بنانا۔

۳۔ فرضیت شناسی اور غیر فرض شناس میں فرق واضح کرنا۔

۴۔ ایک نظریہ آدمی کے ذہن میں اتار دینا تاکہ وہ ایک پختہ سیرت بن جائے۔

۵۔ آدمی کو اس قابل بنانا کہ وہ عقیدے کے مطابق جس عمل کو صحیح سمجھتا ہو اس پر عمل پیرا ہو۔11

مولانا مودودی انفرادی تربیت کا بہترین نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱۔ تربیت کے ذریعے جماعت کے ہر فرد کو اس قابل بنانا کہ وہ پوری زندگی اپنے آپ کو قانون الٰہی کے تابع کرے۔

۲۔ ہر فرد کے ذہن میں اللہ کی اطاعت بخوشی تسلیم کرنا ہو نہ کہ کسی دباؤ کی وجہ سے

---

[8]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:14. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**،۱۴

[9]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:20. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**،۲۰

[10]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:20. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تجدید احیائے دین**۔۲۰

[11]SyedAbula'laMaududi ,IslamiIbadat per TahqiqiNazar,Islamic Publications ,Lahore,2002,Pg:34. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر**،(لاہور: اسلامک پبلیکیشنز،۲۰۰۲ء)،۳۴۔۳۵۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

۳۔ ہر فرد اس انداز میں تیار ہو کہ وہ ماسوا اللہ کی بندگی و اطاعت کے اعتقاداً و عملاً منکر ہو جائے۔

۴۔ ہر فرد کی اخلاقی تربیت ایسے کی جائے کہ اسے اپنی خواہشات پر عملاً پورا کنٹرول حاصل ہو۔[12]

تجدید کے دائرہ ہائے عمل:

مولانا مودودیؒ کے مطابق، کار تجدید کے مختلف شعبے ہیں۔ جن کا واضح ہونا ضروری ہے تاکہ مختلف ادوار میں انجام دیے گئے کارہائے تجدید کی نوعیت واضح ہو سکے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے بیک وقت تمام شعبوں میں دین کی تجدید کرنے والا مجدد ابھی تک پیدا نہیں ہوا جسے ہم مجددِ کامل کہہ سکیں۔[13]

مولانا موصوف کے نزدیک کار تجدید کے شعبے درج ذیل ہیں۔

۱۔ اپنے ماحول کی صحیح تشخیص کرنا اور اس بات کا جائزہ لینا کہ اس میں جاہلیت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس نوعیت کی ہے اور کس راستے سے آرہی ہے۔

۲۔ اصلاح کی تجویز کرنا

۳۔ مجدد خود اپنی حدود کا تعین کرے۔ اپنے آپ کو تول کر صحیح اندازہ لگائے کہ وہ کار تجدید کے لیے کتنی قوت رکھتا ہے اور کس طریقے سے وہ یہ کام کر سکتا ہے۔

۴۔ عام لوگوں کے خیالات، عقائد، افکار و اخلاقیات کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنا۔ تعلیمی نظام کی اصلاح اور علوم اسلامی کا احیاء کرنا۔

۵۔ اصلاح حال کے لیے خود عملی میدان میں اترنا، جاہلی رسوم کو مٹانا، افراد کی تربیت کر کے ان میں قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرنا۔

۶۔ اجتہاد فی الدین کرنا، اسلام کے اصول و قوانین کو سمجھتے ہوئے پرانے تمدن کے نقشے میں اس طرح ردوبدل کی کوشش کرنا، کہ شریعت کی روح بھی برقرار رہے اور اسلامی تمدن کے ارتقاء میں بھی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

۷۔ اسلام کو ختم کرنے والی ہر سیاسی طاقت کا مقابلہ کرنا اور اس کے زور کو توڑ کر اسلام کے غلبے کا راستہ بنانا۔

۸۔ جاہل قوتوں سے اقتدار چھین کر اسلام کا نظام خلافت، علیٰ منہاج النبوہ قائم کرنا۔

۹۔ عالم گیر انقلاب کی کوشش کرنا، جن ممالک میں مسلمان بحیثیت زیادہ اکثریت یا اقلیت پر موجود ہیں تو صرف ان ممالک میں اسلامی نظام کے قیام پر اکتفاء نہ کرنا بلکہ ایسی طاقتور عالم گیر تحریک وجود میں لانا کہ اسلام کی اشاعت پھیل سکے۔ ساری دنیا کے تمدنوں میں اسلامی طرز کا انقلاب ظاہر پذیر ہو، اور دنیا کی اخلاقی، فکری اور سیاسی امامت مسلمانوں کے کنٹرول میں آجائے۔

مندرج بالا شعبوں میں ابتدائی تین چیزیں تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کے لیے ضروری ہیں جو احیائے دین کی خدمت سر انجام دے۔ لیکن باقی چھ نکات ایسے ہیں جن کا مکمل ہونا مجدد ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ دو یا چار شعبوں میں کوئی واضح کارنامہ انجام دیا ہو تو وہ بھی اس درجہ پر فائز ہو سکتا ہے۔[14]

مجدد کامل کا تصور:

مولانا مودودیؒ کی تحقیق کے مطابق تاریخ اسلامی ایسے مجدد کامل سے خالی ہے جس نے تجدید کے مذکورہ بالا تمام شعبوں میں کردار ادا کیا ہو۔ مگر عقل انسانی اور فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک ایسا راہنما پیدا ہو، جو جاہلیت کی تمام شکلوں کو مٹا کر اسلام کو دنیا کی غالب تہذیب بنا دے۔ نبی اکرمؐ کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں اگر ہم غور و خوض کریں تو اس مجدد کامل کا نام "الامام المہدی ہو گا"۔[15]

اجتہاد کی ضرورت و اہمیت:

---

[12]SyedAbula'laMaududi ,IslamiIbadat per Tahqiqi Nazar,Pg:72-73. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر**، ۷۲

[13]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:38. مولانا سید ابوالاعلی، مودودی، **تجدید واحیائے دین** ۳۸۔

[14]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:37-38. مولانا سید ابوالاعلیمودودی، **تجدید واحیائے دین** ۳۷

[15]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:38-39. مولانا سید ابوالاعلیمودودی، **تجدید واحیائے دین** ۳۸

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

لاریب کہ اسلام میں اجتہاد پر بہت زور دیا گیا ہے، اور تجدید دین کا عمل، اجتہاد کے راستے سے ہی ممکن ہے۔ اسلامی تاریخ میں مجددین امت نے جو کارہائے تجدید سرانجام دیے ہیں، وہ دراصل ان کے اجتہادات ہی کی بدولت ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ تم کس طرح فیصلے کروگے۔ انہوں (حضرت معاذ) نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ (فیصلہ) اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو؟ انہوں نے عرض کیا، رسول اللہ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت میں بھی وہ (فیصلہ) نہ ہو تو کیا کروگے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو یہ توفیق بخشی"[16]

مجددین امت کے اجتہادات میں بھی یہی ترتیب قائم تھی۔ یعنی سب سے پہلے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا۔ قرآن وسنت سے واضح نص نہ ملنے پر اجتہاد کرنا۔ اگر کوئی شخص اس ترتیب کو چھوڑ کر کسی اور طریقے سے اجتہاد کرے گا تو اس کا اجتہاد، اسلام میں معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تجدید دین کے لئے کھڑا ہو تو اس کو بھی مذکورہ بالا تربیت کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ، امت کے گزرے ہوئے مجددین کے اجتہادات سے بھی استفادہ کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ موجودہ دور میں کار تجدید، ایک نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے، محض وہ اجتہادی بصیرت، جو شاہ ولی اللہ دہلویؒ یا ان سے پہلے کے مجتہدین اور مجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے، موجودہ دور میں تجدید دین کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں پائی جانے والی جاہلیت، بے شماری مادی وسائل سے مالا مال ہے۔ اور اس نے اس دور میں لاتعداد مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے درجے میں کتاب اللہ اور سنت رسول سے، موجودہ دور میں کار تجدید کے لئے راہنمائی لی جائے۔ پھر کتاب وسنت کی بنیاد پر اجتہاد کا ایسا طریقہ متعین کیا جائے، جو مجتہدین سلف میں سے کسی ایک کے دائرہ کار کے مطابق کام کرنے کا پابند نہ ہو۔ اور اس سلسلے میں ہر ایک مجتہد کے کام سے استفاد کیا جائے، کسی سے پرہیز نہ کیا جائے۔[17]

مولانا مودودیؒ نے اجتہاد اور اس کے دائرہ کار کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اسلام میں اجتہاد کا مقام:

انسان کی تمام زندگی کے معاملات میں سے ایک قسم کے معاملات وہ ہیں جن میں قرآن وسنت نے کوئی واضح اور قطعی حکم دیا ہے، یا کوئی خاص قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اس طرح کے معاملات میں کوئی فقیہ، کوئی قاضی، کوئی قانون ساز ادارہ، شریعت کے دیے ہوئے، احکام کے مقرر کیے ہوئے قاعدوں کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ لیکن جب احکام کو باقاعدہ قانون کی شکل میں مرتب کیا جائے گا تو ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکم کی صحیح نوعیت، اس کا منشاء اور مفہوم متعین کرے۔ وہ اس بات کی تحقیق کرے کہ یہ حکم کس قسم کے حالات وواقعات میں متحرک ہو سکتا ہے۔ عملاً پیش آنے والے واقعات اور مسائل پر اس کو منطبق کرنا، اس حکم کی جزئی تفصیلات کو بیان کرنا اس حکم کی حدود متعین کرکے ایسے حالات کا تعین کرنا، جن میں اس حکم سے ہٹ کر کام کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس قسم کی تحقیق، اجتہاد کی طالب ہے۔

دوسر نمبر کے جو معاملات وہ ہیں جن کے بارے میں شریعت نے کوئی حکم تو نہیں دیا ہے مگر ان سے ملتے جلتے معاملات کے متعلق وہ کوئی حکم دیتی ہے۔ اس قسم کے احکام کی علتوں کو معلوم کیا جاتا ہے اور ہر وہ معاملہ، جس میں یہ علامت پائی جائے گی اس پر بھی یہی حکم عائد ہوگا۔

اسلامی شریعت میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں شریعت بالکل خاموش ہے۔ براہِ راست ان کے متعلق نہ کوئی حکم موجود ہے اور نہ ہی ان سے ملتے جلتے معاملات کے بارے میں کوئی ہدایت ملتی ہے۔ یہ خاموشی خود اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم اعلیٰ (یعنی ذات باری تعالیٰ) ان میں انسان کو، خود اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا حق دے رہا ہے۔ اس لئے ایسے معاملات میں آزادانہ قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ مگر قانون سازی ایسی ہونی چاہیے جو اسلام کی روح اور اس کے اصول عامہ سے مطابقت رکھتی ہو اور جس کا مزاج اسلام کے مجموعی مزاج سے مختلف نہ ہو۔

---

[16]Abu Esa Muhammad Al Tirimzi ,Al-Jamia Al Tirimzi ,Hadith No:1351. ابوعیسیٰ محمد الترمذی، جامع الترمذی، رقم الحدیث ۱۳۵۱۔

[17]SyedAbula'laMaududi ,Tajdeedw Ahyay Deen,Pg:95. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تجدید احیائے دین، ۹۵۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

مذکورہ بالا تمام صورتیں، ایک خاص علمی تحقیق اور عقلی کاوش کی طالب ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس طرح کی علمی تحقیق اور عقلی کاوش کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا مطلب ہے، کسی کام کو کرنے کے لئے انتہائی کوشش صرف کرنا۔ اور اصطلاحاً، کسی معاملہ میں یہ معلوم کرنے کی انتہائی کوشش کرنا کہ اس میں اسلام کا حکم اور منشاء کیا ہے، اجتہاد کہلاتا ہے۔ اجتہاد کی اصل قرآن وسنت ہے۔ انسان جو بھی کاوش کرے گا وہ قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہ کر کرے گا۔ ایسا اجتہاد جو ان حدود سے بالاتر ہو، قابل قبول نہیں ہے۔[18]

مولانا مودودی کے نزدیک مجتہد کے اوصاف:

۱۔ ایک مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت الہیٰ پر ایمان رکھتا ہو، اس کے برحق ہونے کا یقین اور اس کی اتباع کرنے کا مخلصانہ ارادہ رکھتا ہو۔ شریعت سے آزاد ہو کر زندگی گزارنے کی کوئی خواہش اس میں نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ عربی زبان، اس کے قواعد اور عربی ادب سے خوب واقف ہو۔ کیوں کہ قرآن سنت کی منشاء معلوم کرنے کا ذریعہ صرف یہی زبان ہے۔

۳۔ قرآن وسنت کا علم، جس سے وہ نہ صرف جزوی احکام اور ان کے مواقع سے واقف ہو بلکہ شریعت کے کلیات اور اس کے مقاصد کو بھی اچھی طرح سمجھنے والا ہو۔ انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے شریعت کی مجموعی سکیم کو جانتا ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس مجموعی سکیم کے ہر شعبے کا کیا مقام ہے۔ شریعت اس کی تشکیل کن خطوط پر کرنا چاہتی ہے۔ اس تشکیل میں اس کے پیش نظر کیا کیا مصلحتیں ہیں۔

۴۔ گزرے ہوئے مجتہدین امت کے کام سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس سے ایک طرف اس کو اجتہاد کرنے کے لئے ضروری تربیت حاصل ہو گی اور دوسری طرف وہ اسلامی تاریخ میں قانون کے ارتقاء کے تسلسل کو سمجھ سکے گا۔ مجتہدین سلف کے کام کو متروک قرار دینا بالکل غلط ہے۔

۵۔ عملی زندگی کے حالات وواقعات سے واقفیت رکھتا ہو اور ان پر شریعت کے احکام کو منطبق بھی کر سکتا ہو۔

۶۔ اسلامی معیار اخلاق کے لحاظ سے عمدہ سیرت وکردار کا حامل ہو۔ کیوں کہ اس کے بغیر کسی کے اجتہاد پر لوگوں کا اعتماد حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے تشکیل دیے گئے قانون کے لئے عوام میں احترام کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

مذکورہ بالا اوصاف کو بیان کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہر اجتہاد کرنے والے کو پہلے یہ ثبوت پیش کرنا چاہیے کہ اس میں یہ اوصاف موجود ہیں۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اجتہاد کے ذریعے سے اسلامی قانون کی نشوونما اگر صحیح خطوط پر ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب قانونی تعلیم وتربیت کا نظام، ایسے اوصاف کے حامل افراد تیار کرے۔ اس کے بغیر جو بھی اجتہادی کاوش یا قانون سازی کی جائے گی وہ نہ تو اسلامی قانون کے نظام میں جذب ہو سکے گی اور نہ ہی مسلمان معاشرہ اس کو قبول کر سکے گا۔[19]

اجتہاد کا طریقہ کار:

مولانا مودودی کے نزدیک مجتہد خواہ تعبیر احکام کر رہا ہو، قیاس یا استنباط کر رہا ہو، ہر حال میں اس کو اپنے استدلال کی بنیاد، قرآن وسنت پر رکھنی پڑے گی۔ بلکہ مباحات کے دائرے میں آزادانہ قانون سازی کرتے ہوئے بھی اس کو اپنی بات پر دلیل لانی چاہیے کہ قرآن وسنت نے واقعی فلاں معاملے میں کوئی حکم یا قاعدہ مقرر نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی قیاس کے لئے کوئی بنیاد فراہم کی ہے۔ پھر قرآن وسنت سے جو بھی استدلال کیا جائے، وہ ضروری ہے کہ ان طریقوں کے مطابق ہو جو طریقے اہل علم میں مسلم ہیں۔ قرآن سے استدلال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک آیت کے وہ معنی مراد لئے جائیں، جن کے لیے عربی لغت، قواعد اور معروف استعمالات میں گنجائش موجود ہو، جو قرآن کی آیات کے سیاق وسباق سے مطابقت رکھتے ہوں، جو اسی موضوع پر قرآن کے دوسرے بیانات سے متضاد نہ ہوں، جن کی تائید، سنت کی قولی اور عملی تشریحات سے بھی ملتی ہو، یا کم از کم یہ کہ سنت، ان معنوں کے خلاف نہ ہو۔

---

[18] SyedAbula'laMaududi ,Tafhemat ,IdarTarjmanUl-Qur'an,Lahore ,3/9-11. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیمات**،۳، ۹۔۱۱

[19] SyedAbula'laMaududi ,Tafhemat,11-13 مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیمات**،۳، ۹۔۱۳

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

سنت سے استدلال کرتے وقت عربی زبان، اس کے قواعد اور سیاق وسباق کے لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن روایات سے کسی مسئلے کے متعلق کوئی سند لائی جارہی ہے وہ روایات، قواعدِ علمِ روایت کے لحاظ سے معتبر ہوں۔ اس موضوع سے متعلق دوسری معتبر روایات کو بھی سامنے رکھا جائے۔ کسی ایک روایت سے کوئی ایسا نتیجہ ہرگز نہ نکالے جو مستند ذرائع سے ثابت شدہ سنت کے خلاف ہو۔

مذکورہ بالا احتیاطوں کو ملحوظ رکھے بغیر جو بھی اجتہاد کیا جائے، اگر اسے سیاسی طاقت کے بل پر قانون کا مرتبہ دے بھی دیا جائے تو نہ مسلمانوں کا اجتماعی ضمیر اس کو قبول کرے گا اور نہ ہی وہ حقیقت میں اسلام کے نظام قانون کا حصہ بن سکتا ہے۔ جو سیاسی قوت اسے نافذ کرے گی اس کا اقتدار ختم ہوتے ہی اس طرح کا قانون، ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے گا۔ کسی اجتہاد کو قانون کا مرتبہ کیسے حاصل ہوتا ہے اُس کی متعدد صورتیں ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ تمام امت کے اہل علم کا اس پر اجماع ہو۔

۲۔ کسی شخص یا گروہ کے اجتہاد کو عوام میں قبول عام حاصل ہو جائے اور لوگ خود بخود اس کی پیروی شروع کردیں۔ جس طرح فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کو مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیوں نے قانون کے طور پر مان لیا ہے۔

۳۔ مسلمان حکومت کسی اجتہاد کو قانون کا درجہ دے دے۔ جس طرح عثمانی سلطنت یا مغلیہ سلطنت نے فقہ حنفی کو اپنا ملکی قانون قرار دیا تھا۔

۴۔ حکومت کا ایک ادارہ دستوری حیثیت سے قانون سازی کا مجاز ہو اور وہ اجتہاد سے کوئی قانون بنائے۔

مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ اگر کوئی اہل علم اجتہاد کرے گا تو اس اجتہاد کی حیثیت ایک فتویٰ کی ہوگی نہ کہ قانون کی۔ اسی طرح قاضیوں کے کئے گئے فیصلے بھی صحیح معنوں میں قانون نہیں بن سکتے۔ حتیٰ کے خلفاء راشدین کے بھی وہ فیصلے جو انہوں نے قاضی ہونے کی حیثیت سے کئے تھے، اسلام میں قانون قرار نہیں پائے۔ اسلامی نظام قانون میں، قضاۃ کے بنائے ہوئے قانون کا کوئی تصور نہیں ہے۔[20]

موجودہ دور اور اجتہاد کے تقاضے:

زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں اسلامی نظام کو چلانے کے لیے اجتہاد کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اجتہاد کا دروازہ کھولنا جتنا ضروری ہے یہ معاملہ اتنا ہی احتیاط کا بھی متقاضی ہے۔ اجتہاد کرنا ایسے لوگوں کا کام نہیں ہے جو محض ترجموں کی مدد سے قرآن پڑھتے ہوں۔ اور حدیث کے پورے ذخیرے سے نہ صرف ناواقف ہوں بلکہ اس کو غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ پچھلی تیرہ صدیوں میں فقہائے اسلام نے اسلامی قانون پر جتنا کام کیا ہے، اس سے واقفیت بھی نہ رکھتے ہوں اور مغربی نظریات واقدار کولے کر ان کی روشنی میں قرآن کی تاویلیں کرنا شروع کردیں۔ اس طرح کے لوگ اگر اجتہاد کریں گے تو وہ اسلام کو مسخ کرکے رکھ دیں گے۔ عام مسلمانوں کا ضمیر ایسے اجتہاد کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اس طرح کے اجتہاد سے جو قانون بھی بنایا جائے گا، وہ صرف طاقت کے بل پر مسلط کیا جاسکتا ہے اس کو معاشرے کی اقدار کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔

مسلمان اگر اطمینان کے ساتھ کسی اجتہاد کو قبول کرسکتے ہیں تو وہ صرف ایسے لوگوں کا اجتہاد ہے جن کے علم دین، خدا ترسی اور احتیاط پر ان کو اعتماد ہو اور جن کے متعلق وہ یہ جانتے ہوں کہ یہ لوگ غیر اسلامی نظریات وتصورات کو اسلام میں زبردستی داخل نہیں کریں گے۔

جو اجتہادی اصول آج سے ہزار سال پہلے بنائے گئے تھے ان کو صرف اس لئے رد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ہزار سال پرانے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اصول یہ ہے کہ مجتہد، قرآن کی زبان، قواعد اور ادبی نزاکتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ انگریزی زبان میں قانون کی جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کیا ان کی تعبیر کا حق کسی ایسے شخص کو دیا جاسکتا ہے جو انگریزی زبان کے قواعد اور انداز بیان سے ناواقف ہو۔ وہاں تو ایک کومہ (،) کے تبدیل ہو جانے سے معنی میں بہت بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا مودودیؒ، پاکستان میں قانون سازی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''مسلمانوں میں فرقوں کے جتنے اختلافات ہیں ان کے بارے میں پاکستان کے علماء اس بات پر اتفاق کرچکے ہیں کہ جہاں تک پرسنل لاء (ذاتی قانون) کا تعلق ہے، ہر فرقے پر وہی احکام نافذ ہوں گے جو اس فرقے کے نزدیک مسلّم ہیں۔ اور ملکی قوانین، یہاں کی اکثریت کے مسلک کے مطابق ہوں گے۔ اگر مجلس قانون ساز میں ہمارے

---

[20] SyedAbula'laMaududi ,Tafhemat,Pg:11-13. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیمات**، ۹،۳۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

نمائندے احتیاط کے ساتھ اس اصول پر عمل کریں تو فرقہ وارانہ اختلاف، آہستہ آہستہ کم ہوتے چلے جائیں گے اور ہمارے قوانین کا ارتقاء بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔"[21]

اجتماعی اصلاح کی نوعیت:

مسلم مفکرین کی کتابوں میں ریاست کا ایک اصطلاحی تصور موجود ہے جو بیک وقت سیاست، حکومت اور مملکت کے مفہوم میں استعمال ہوتا آیا ہے۔ فارابی نے اپنی کتاب "آراء اهل المدینة الفاضلة" میں ریاست کے اس تصور کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس کے نزدیک مدینہ فاضلہ ایک جسم کی طرح ہے۔ جس کا عضو رئیس قلب ہے۔ اس لحاظ سے ریاست کی اصطلاح امامت خلافت مملکت اور ولایت میں مل کر بہم ہو گئی۔ اسی طرح الماوردی نے "احکام سلطانیہ" اور ابن خلدون نے "مقدمہ" میں ریاست اور حکومت کی اصطلاحیں آپس میں ملائی ہیں۔ فارابی نے مدینہ فاضلہ کی حکومت کو ریاست کبریٰ کا نام دیا ہے۔ طوسی نے اخلاق ناصری" میں ریاست پر بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک ریاست اتفاقاً قائم نہیں ہوتی۔ اس کا "رئیس اول" وہ ہو گا جو فضیلتوں کے اعتبار سے اشرف و اعلیٰ ہو گا۔ ابن قیم نے سیاست نبوی پر ایک کتاب "الطرق الحکمیہ فی سیاسۃ الشریعہ" لکھی۔ چونکہ مسلمانوں کی سیاست کا مثالی نمونہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سیاست ہے اس لئے ابن قیم نے اسے اپنا موضوع بنایا۔"[22]

مولانا مودودی نے بھی اسی فکر کو بنیاد بناتے ہوئے حکمت دین کی جامع وضاحت کی اور فرمایا کہ ایک ملک کا نظام ایک دن کے اندر نہیں بدل جایا کرتا۔ اس کے نظام تمدن، نظام معاشی، نظام معاشرتی، نظام سیاست اور نظام عدالت و قانون کو بالفعل بدلتے بدلتے برسوں لگ جائیں گے اور کچھ مدت تک ہم کو اپنے نظام میں بھی سابق قوانین برقرار رکھنے پڑیں گے۔ اور اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ کیا تاریخ اس بات پر شاہد نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بھی عربوں کے نظام زندگی میں پورا اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے دس سال نہیں لگائے۔"[23] مولانا مودودی اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لئے ایک جماعت صالحہ کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں۔[24]

مولانا مودودی عالمگیر انقلاب کے علمبردار ہیں۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق ہر چیز کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اسی ضمن میں وہ رقمطراز ہیں کہ:

"جماعت اسلامی کے نظریہ کے مطابق پورے نظام زندگی کو تبدیل؛ کرنا ہے۔ اسے دنیا کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت اور معاشرت ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے۔ دنیا میں جو نظام اللہ سے بغاوت پر ق مبنی ہے ہم اسے بدل کر ایک اللہ کی اطاعت پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔"25

مولانا مودودی کا یہ نقطہ نظر ہے کہ تبدیلی کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست بذریعہ امامت صالحہ کے ذریعے سے ہی قائم ہو سکتی ہے۔

"پوری انسانیت کا جسم یعنی تمدن پھوڑے کی شکل اختیار کر گیا ہے جو کسی نشتر کا تقاضا کر رہا ہے۔ فجور و فسق کی قیادت ہی انسانکے مصائب کی جڑ ہے۔ علم جو نوع انسانی کا بہترین جوہر ہے انسان کو تباہ کرنے کے لئے مستعمل ہو رہا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے امامت صالحہ کا قیام مقصدی اور مرکزی اہمیت کا حامل ہے۔ مگر یہ جادو کے زور

---

[21] SyedAbula'laMaududi ,Tafhemat,Pg:28-31 مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تفہیمات**، ۹، ۳۰۔

[22] NaeemSidique,MarikaDeen w Si'asat,DarulIsha'atMusanfeen ,Lahore,2003.Pg:17. نعیم صدیقی، **معرکہ دین وسیاست**، (لاہور: دار الاشاعت مصنفین ۲۰۰۳ء)، ۱۷۔

[23] SyedAbula'laMaududi ,TafheemUlQur'an,SurhYosaf 12.76. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن**، سورۃ یوسف، آیت ۷۶۔

[24] SyedAbula'laMaududi ,IslamiNizam e zindgiauruskyBunyadiTaswrat ,34. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء)، ۳۳۔

[25] SyedAbula'laMaududi,JamatIslamihikmatAmliaurLahiaAmal,Islamic Publications ,Lahore,7. مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، **جماعت اسلامی حکمت عملی اور لائحہ عمل**، ۷۔

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

پر ممکن نہ ہو گا اور نہ وقتی ہیجان انقلاب خیزی سے بلکہ اصل چیز فکری و ذہنی انقلاب ہے پہلے بنیادی تعمیری افکار کو حکمت عملی سے پیش کر کے انہیں قابل قبول بنانا پڑتا ہے پھر موثر تبدیلی آتی ہے۔"[26]

نتیجہ بحث:

مذکورہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

- مولانا مودودی مجدد کے تصور کے بارے میں باقی محققین سے مختلف رائے رکھتے ہیں، باقی محققین کا خیال ہے کہ موجودہ صدی سے پہلے بھی مجددینِ کاملین آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ جبکہ مولانا مودودی کا خیال ہے کہ اس صدی سے قبل کوئی بھی مجدد کامل نہیں آیا۔ مولانا کے نزدیک اس صدی سے قبل جس کو بھی مجدد کہا گیا وہ محض کسی بزرگ سے ذاتی تعلق یا عقیدت کی بنیاد پر کہا گیا۔
- مولانا مودودی اپنی کتاب تجدید احیاء دین میں مجددین کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ان کو میں مجدد نہیں کہتا بلکہ ان کو باقی تحقیق کرنے والوں نے مجدد کہا ہے اس لئے میں محض بطور ناقل کے ان کو مجدد کہہ رہا ہوں۔
- مولانا مودودی مجدد آنے کے قائل ہیں۔ جس کی ضرورت کو واضح کرنے کے لئے وہ جاہلیت کو تین اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔
- مولانا مودودی کے نزدیک تجدید دین کا دائرہ کار وسعت پر مبنی ہے۔ ایک مجدد دین کے تمام شعبوں کی تشخیص کے بعد ان میں تجدید کرتا ہے۔
- مولانا مودودی کے نزدیک اجتہاد وقت کی ضرورت ہوتا ہے اور وہ غیر منصوص مسائل میں ہی ہو سکتا ہے اور ایک مجتہد کے استدلال کی بنیاد قرآن و سنت پر ہونی ضروری ہے۔
- کارہائے تجدید میں اجتماعی نوعیت کے اعتبار سے مولانا مودودی نے جامع اصول متعین کیے، جن میں اصلاحی مملکت کے بنیادی اصولوں اور حکومت کی تشکیل کے طریقہ کار سے متعلق نظریہ پیش کیا۔

[26] TarjamanUlQur’an ,Mahnama ,Lahore, April,1975,7-13. ترجمان القرآن، ماہنامہ، (لاہور: جنوری ۱۹۵۳ء)، ذیلی عنوان، حکومت کی شکل اور نوعیت ۱۳۔